اقبال کا خطبہ اجتہاد جاوید اقبال کی نظر میں

فردوس اختر/ ڈاکٹر محمد وسیم انجم

Abstract:

Point of view Javed Iqbal's about Allama Iqbal's Address on Ijtehaad. Allama Iqbal deeply studied the ideology of Deen-e-Islam and concluded that the cause of failure of Muslims is their astrying from Ijtehaad. The best solution for all problems of today's era faced by not only the Muslims but also the whole world lies in Ijtehaad. Allama Iqbal gives right or opportunity to the representatives of all groups that they should sit together in National Assembly and discuss every problem. According to Allama Iqbal, there is no limit or boundry for Ijtehaad despite the fact that is clarified in the Holy Quran.

باشعور انسان کے لئے اپنے ارد گرد کا مطالعہ زندگی کا لازمی جزو ہے۔ علامہ اقبال کا شمار ایسے ہی نابغہ روزگار میں ہوتا ہے جو اپنی دینی و ملی نظریات پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ مسلمانان ہند کا شاندار ماضی اب خواب و خیال بن کر رہ گیا تو ایسے میں ہر صاحب نظر ان کوتاہیوں پر جاتی ہے کہ آخر اس حال کو پہنچے تو کیوں کر۔۔۔؟

جاوید اقبال نے خطبات اقبال کی تسہیل و تفہیم کرتے ہوئے حتیٰ الامکان کوشش کی کہ علامہ اقبال کی فکر کا احاطہ ممکن ہو۔ اس کام کے لئے جاوید اقبال نے اپنی ساری زندگی وقف کر دی۔ آپ کے کچھ معترضین نے اختلاف کیا مگر سراہنے والے سنجیدہ ادیب و مفکر بھی موجود ہیں۔ جاوید اقبال کے حلقہ ارباب میں علامہ اقبال کو محدود مذہبی سوچ سے الگ دیکھنے والے کم ہیں۔ جاوید اقبال نے اپنے نظریات کا برملا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''کہاں ہمارے مُلّا اور ان کے مدرسے اور کہاں قرآن کے اسرار۔ گویا ایک طرف مادرزاد اندھے ہیں اور دوسری طرف نورِ آفتاب، نوبت یہاں تک آن پہنچی ہے کہ جہاد کے بارے میں فکر و

تدبر کرنا اب کافر کا دین ہے اور ملّا کا دین اللہ کے نام پر مسلمانوں میں دنگا فساد برپا کرتے رہنا ہے"۔(۱)

جاوید اقبال نے علامہ اقبال کے نظریہ "اجتہاد" کا تفصیلی جائزہ لیتے ہوئے مخصوص مذہبی سوچ سے انحراف اور مخالفت کی پرواہ نہیں کی۔ جاوید اقبال کو جب بھی اظہار کا موقع ملا آپ نے علامہ اقبال کے نظریات آسان لفظوں میں بیان کئے اور آپ کی تحریریں بھی اس بات کی گواہ ہیں کہ آپ نے علامہ اقبال کو پوری طرح سمجھا، جانا اور بیان کیا ہے۔ علامہ اقبال نے مسلمانانِ ہند کے حالات کو تسلی بخش قرار نہیں دیا بلکہ سفر یورپ کے بعد اپنی قوم کا مغربی قوم سے تقابل کرنے کا جواز ان کے طرزِ فکر میں نظر آتا ہے۔

علامہ اقبال نے خطبات کو انگریزی زبان میں لکھا۔ یہ بات اہمیت کی حامل ہے کہ انگریزی زبان اس وقت دنیا کی بڑی زبانوں میں شمار ہوتی ہے اور جس قوم سے مخاطب کیا جا رہا ہے اس کی زبان بھی انگریزی ہے۔ ہندوستان کا اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ انگریزی زبان سے واقف اور مذہبی سوچ سے آزاد ہے۔ علامہ اقبال کے انگریزی خطبات کا اُردو ترجمہ ان کی زندگی میں ہی ہو گیا تھا البتہ شائع بعد میں ہوا۔ خطبات کی اہم خوبی علامہ اقبال کا وسیع مطالعہ ہے جس نے مشرق و مغرب کی علمی کاوشوں کو ایک لڑی میں پرو دیا ہے جبکہ یہی خوبی ایک عام قاری کے لئے دردِ سر بھی ہے۔ علامہ اقبال نے اپنے خطبہ اجتہاد میں اسلام کے حرکی اصولوں پر نظر ڈالی ہے۔ اس سلسلے میں انہیں ملّا کی مخالفت کا سامنا کرنا بھی پڑا۔ ہند کا ملّا جو ایک جامد نظریہ اسلامی کا حامی ہے اور غور و فکر کی دنیا سے دور اندھی پیروی کا قائل ہے۔ ایسے میں وہ علامہ اقبال کا ہم خیال کیسے بن سکتا۔ علامہ کی زندگی میں ہی یہ اختلاف سامنے آ گئے اور خطبات کا اُردو میں ترجمہ شائع ہونے کے بعد ان اختلافات کو زیادہ ہوا دی گئی۔ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے: والذین جاھدو فینا لنھد ینھم سلبنا O وان اللہ لمع المحسنین۔ اور وہ لوگ جنہوں نے ہماری راہ میں جہاد کیا ہم انہیں اپنی راہیں دکھائیں گے اور بے شک اللہ ضرور نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔(۲)

جاوید اقبال نے "جہاد" کا ترجمہ لفظ "جدوجہد" کیا ہے۔ "جو لوگ ہمارے لئے جدوجہد کریں گے ہم انہیں راستہ دکھائیں گے"۔ پھر جاوید اقبال نے اس حدیث کو بیان کیا ہے جس میں رسولؐ نے حضرت معاذ بن جبل کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو فرمایا اپنے روبرو معاملات کے فیصلے کیسے کرو گے؟ جواب دیا حضرت معاذ نے، کتاب اللہ کے مطابق۔ اگر کتاب اللہ بھی کوئی رہبری نہ کرے تو؟ تو پھر سنت رسولؐ کے مطابق۔ اگر سنت رسولؐ بھی ناکافی ہو تو؟ اس پر جواب دیا کہ پھر میں خود اپنی کوشش سے کوئی فیصلہ صادر کروں گا۔ جاوید اقبال لکھتے ہیں:

"اس حدیث کو اقبال نے اپنے خطبہ میں مثنویت کے طور پر لیا ہے کہ فقہ اسلامی کی گنجائش اور وسعت عقل انسانی کی حد تک ہے۔"(۳)

فقہ اسلامی کا آغاز وارتقار سولؐ کے عہد مبارک میں ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید نازل ہوا۔ رسول اللہؐ قول و فعل سے سنت عطا فرماتے رہے، صحابہ کرام کو جتنا علم حاصل ہوا اس کے حساب سے وہ شریعت کے احکام پر بھی غور فرماتے رہے۔ جب صحابہ کرامؓ کو کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو قرآن اور سنت میں تلاش کرتے وہاں اس کا حل دستیاب نہ ہوتا تو اجتہاد سے اس مسئلے کا حل معلوم کر لیتے۔ فقہ اسلامی کے معلم اوّل سرکار دو عالمؐ ہیں۔ ڈاکٹر خالد مسعود نے تفصیلی نظر اجتہادی مسائل پر ڈالی۔ ان کے خیال میں انسانی زندگی کے انداز بدلے تو نئے مسائل اور اُن کے حل کے لئے نئے سوالات سامنے آئے۔ یوں فقہ و قانون کا مطالعہ از سر نو ضروری ہو گیا۔ علامہ اقبال کے نزدیک اسلام کے سیاسی پھیلاؤ کے سبب فقہ اسلامی اور قانون کا مطالعہ نئے نکتہ نظر سے کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ پرانے فقہاء نے بڑی محنت اور تگ و دو کے ساتھ کئی مکتبہ ہائے فکر ترتیب دے دیے۔ بحیثیت مجموعی ان فقہی مذاہب نے اجتہاد کے تین درجے مقرر کر رکھے ہیں۔

۱۔ اجتہاد مطلق یعنی تشریح یا قانون سازی میں مکمل آزادی جس کا تعلق مکتبہ ہائے کے بانیوں سے ہے۔

۲۔ اجتہاد منتسب: یعنی محدود آزادی جو کسی مخصوص فقہی مذاہب کی حدود سے اندر رہ کر ہی استعمال کی جا سکتی ہے۔ وہ مخصوص آزادی جس کا تعلق کسی ایسے مسئلہ سے ہو جسے بانیان مذاہب نے بغیر کسی فیصلے کے چھوڑ دیا

۳۔ اجتہاد مقلد: علامہ اقبال نے اپنا دائرہ بحث پہلی شق یعنی اجتہاد مطلق تک ہی محدود رکھا ہے۔ ان کے خیال میں سنی فقہا اجتہاد مطلق کے وجود کا نظریاتی امکان تو تسلیم کرتے ہیں لیکن چاروں مکتب ہائے فقہ عملی طور پر اس نوع کے اجتہاد کی اجازت نہیں دیتے بلکہ ایسی شرائط سے منطبق کرتے ہیں۔(۴)

جاوید اقبال کے خیال میں علامہ اقبال کے نزدیک اجتہاد اسلامی معاشرے کی حرکت و ترقی کا اصول ہے یہ صرف ''جواز'' تلاش کرنے کی کوشش کا نام نہیں بلکہ معاشرے کی رہنمائی کا اصول ہے۔ عصر جدید میں اسلامی معاشرے کو جو مسائل سامنے آتے ہیں ان کی نوعیت گزشتہ صدیوں کے مسائل سے کہیں زیادہ مختلف ہیں۔ یہ مسائل دراصل معاشرت میں بہت ہی بنیادی تبدیلیوں کا نتیجہ ہیں۔ یوں تو یہ مسائل زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھتے ہیں لیکن دو شعبے ایسے ہیں جن میں تبدیلیوں کا اثر بہت واضح ہے۔ ان میں سے ایک سیاسی ڈھانچہ ہے۔ دوسرے اجتماعی ہے۔ اقبال کے دور میں ان دونوں شعبوں میں جو مسئلے آتے ہیں ان میں سیاسی شعبے میں خلافت کا مسئلہ رہا اور

اجتماعی زندگی میں عورتوں کے حقوق کا ہے۔۔۔ علامہ اقبال نے انہیں کیسے دیکھا؟ اجتہاد کے اصول سے کیسے کام لیا اسلامی معاشرت پر اس کے کیا اثرات پڑے۔۔۔؟ مصلحت عامہ کا تقاضا تو یہ ہے کہ حکومت تمام فقہ کے علماء کو بلائے اور مذہبی سکالر کو بھی پھر اختلاف رائے پر ایک رائے پر اتفاق کی بات ہو۔ اس سلسلے میں امام مالک کا مذہبی نکتہ نظر اپنی جگہ اہم ہے۔ امام مالک کے بعد مابعد الطبعیات کے بعید از فہم مسائل سے بہت دور رہتے ہیں اور فرقہ بندی کے قائل نہیں ہیں۔(۵) علامہ اقبال سیاسی مسائل کا حل بھی قرآن الکریم میں دیکھتے ہیں۔ جاوید اقبال نے 'اقبال' کے حوالے سے لکھا کہ علامہ اقبال کے نزدیک اسلام کا مقصد روحانی جمہوریت کا قیام ہے۔ 'اقبال' نے روحانی جمہوریت کی تعریف بیان نہیں کی۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ان کا اشارہ رسول اللہؐ کے وضع کردہ تحریری دستور ''میثاق مدینہ'' کی طرف ہے۔ آنحضرت محمدؐ نے مدینہ میں مکہ کے مہاجرین اور مدینہ کے انصار کو باہم ملا کر ملت یا امت قائم کی۔ اسی بناء پر مسلم قومیت کے بارے میں اقبال کا قول ہے: اگر انسانوں کا گروہ علاقہ، نسل یا زبان کے اشتراک پر ایک قوم بن سکتا ہے تو عقیدہ کے اشتراک کی بنیاد پر بھی وہ ایک قوم بن سکتا ہے''۔(٦) ایک طرف دین اسلام کی وسعت نظر ہے اور دوسری طرف مسلمانان ہند کی فرقہ واریت، انتہا پسندی، مّلا کی جہالت اپنی جگہ آج بھی موجود ہے۔ جاوید اقبال کی ہم خیال کنیز فاطمہ یوسف اپنی کتاب اقبال اور عصری مسائل میں بیان کرتی ہیں۔ ایک فکر انداز تو یہ ہے کہ اسلام میں کوئی دینی اور دنیاوی تفریق نہیں ہے۔ لہذا اسلام میں کچھ بھی مذہبی اور متبرک یا غیر متبرک نہیں۔۔۔ مسلمانوں نے سیکولر کو ترجمہ ''غیر مذہبی'' کر کے اسلام میں اجتہاد کو مزید مشکل بنا دیا ہے۔ اسلام دنیا کا پہلا مذہب ہے جس نے انسانوں کی دنیاوی ضرورتوں کے مطابق قانون بنائے اور ان پر عمل کیا۔ دنیا کو یہ بتایا کہ حکومت عوام کی بہبود اور انتظامی سہولتوں کے مناسب اہتمام کا ذریعہ ہے۔ ایسے بھی مفکرین ہیں جو اسلام کی اس خوبی کے مداح ہیں۔ مثال کے طور پر کولڈ زئیر اپنے مشاہدے سے اس نتیجے پر پہنچا کہ اسلام نے مذہب کو سیکولر بنا دیا ہے اور اس طرح مذہب کو سائنس کا درجہ دے دیا ہے۔ اسلام کی تعمیر حرکی یعنی تغیر کے اصولوں پر استوار ہوئی ہے جس طرح زندگی متحرک ہے اسی طرح اسلام کے اصولوں میں بھی حرکی قوت موجود ہے۔ زندگی کو اٹل قوانین کی بھی ضرورت ہے اور ان قوانین کی بناء پر مسلسل تغیر و ترقی بھی لازمی ہے۔۔۔ اقبال کا کہنا ہے کہ اس تغیر کی ضرورت کا نام اجتہاد ہے۔ ماضی کی تاریخ کے ساتھ ایک جھوٹا تقدس اور اسے بار بار دہرانے کا عمل معاشرے کے لئے تنزل کا علاج نہیں ہے۔ تاریخ کا فیصلہ یہ ہے کہ گھسے پٹے فکری انداز ان لوگوں کے ارتقاء کی ضمانت نہیں بن سکتے جنہوں نے خود اس فکری انداز کو فرسودہ بنا دیا ہوتا ہے۔ ماضی کے کسی دور کو بغیر تجزیہ واستدلال کے مکمل اور معتبر مان

لینا چاہیئے ۔ وہ خلفاء راشدین کا دور ہی کیوں نہ ہو۔ اقبال کے انداز فکر میں درست رویہ نہیں ہے۔ یہ راستہ ہمیں تھوڑی دور تو لے جاتا ہے مگر پھر قدامت پسندی اور تقلید میں گم کر دیتا ہے۔ اٹھارویں اور انیسویں صدی میں اسلام اس نوعیت کا اجتہاد بیدار ہوا، سب سے موثر عبدالوہاب کی وہابی تحریک رہی جو چند عشروں میں قدامت پسندی میں غرق ہوگئی۔ ایران میں بھائی تنظیم اور پاکستان میں احمدی تنظیم اپنے خیال میں اجتہادی اسلام کو پیش کرتی ہیں۔(۷) یہ تحریکیں بظاہر تو یہی دعوی کرتی ہیں کہ وہ اجتہادی ہیں مگر ان پر قدامت پسندی کی گہری چھاپ ہے۔ آج پاکستان کے مسائل پہلے ہندوستان کے مسائل سے ذرا مختلف نہیں ہیں۔ اسلام کی صحیح شکل بغیر تعلیم کے ممکن نہیں اور تعلیم بھی ایسی جو تنقیدی و تحقیقی ہو ورنہ ایک یونی ورسٹی کا طالب علم ایک ان پڑھ سے الگ سوچ کا مالک نہیں ہوگا۔

علامہ اقبال کے نظریات پڑھتے ہوئے ایک سوال تو واضح طور پر ابھرتا ہے کہ کیا واقعی اقبال ان تمام روایتی حدوں کو پار کر پائے جن سے آگے بڑھنے کا سبق مسلم امہ کو ملتا ہے۔ جاوید اقبال اور خالد مسعود کی طرح اقبال سے اتفاق کرتے ہیں کہ ہیت اسلامی میں اصول حرکت کا نام ہی اجتہاد ہے۔ لیکن روایت نے اجتہاد کے تصور کی درجہ بندی کر کے اسے فقہی مذاہب میں محدود کر دیا۔ جس سے اسلامی فقہ اور قانون جامد اور میکانکی بن کر رہ گئے۔ علامہ اقبال، اجتہاد کی ان درجہ بندیوں کو ترک کر کے اجتہاد کے بنیادی یعنی اجتہاد مطلق کے معنوں کو ترجیح دیتے ہیں۔ علامہ کا کہنا ہے کہ اہل سنت اجتہاد مطلق کے نظری امکانات تو رد نہیں کرتے مگر عملی صورت ان کے ہاں بھی موجود نہیں ہے۔ اقبال کی نظر میں "قرآن" زندگی کے متعلق یقینی طور پر ایک حرکی نقطہ نگاہ رکھتا ہے۔ اس لئے اس کی بنیاد پر قائم شدہ نظام قانون میں اس قسم کا انداز و میلان نہایت عجیب معلوم ہوتا ہے"۔(۸) آٹھویں صدی کے امام ابن تیمیہ نے فقہی مذاہب قطعیت سے انکار کیا اور دسویں صدی کے علاوہ میوطی نے تقلید کو رد کر کے اجتہاد کو از سر نو زندہ کیا۔۔۔ بارہویں صدی ہجری میں امام محمد بن عبدالوہاب کی تحریک برپا ہوئی۔۔۔ وہابی تحریک پر تبصرہ کرتے ہوئے اقبال کہتے ہیں ہمیں اس تحریک کی سیاسی زندگی سے کوئی سروکار نہیں ہمارے لئے اہم بات وہ روح آزادی ہے جو اس تحریک میں عیاں ہے۔ ویسے اقبال کے خیال میں یہ تحریک ایک قدامت پسند تحریک تھی جس کی وجہ سے زیادہ کام نہ کر سکی اور جلد ناکام ہوگئی۔(۹) قرآن کی یہ تعلیم کہ زندگی تخلیق مسلسل کے ارتقاء کا نام ہے اس بات کو ضروری قرار دیتا ہے کہ ہر نسل کو اپنے مسائل خود ہی سلجھانے کی اجازت ہونی چاہیئے۔ مقتدین کا کام ان کا رہبر تو ہو سکتا ہے لیکن اس کام میں ان کے لئے رکاوٹ نہیں ہونی چاہیئے۔ موجودہ نسل کو بدلتے ہوئے حالات کی روشنی میں فقہ کے بنیادی اصولوں کی تشریح جدید کا حق حاصل ہے۔(۱۰)

ترکی میں مرد و عورت کی مساوات کی تحریک پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ اقبال کہتے ہیں کہ ایسے حالات پیدا ہو گئے ہیں جہاں عورتوں نے ناپسندیدہ شوہروں سے طلاق کی اجازت نہ ہونے کی وجہ سے ارتداد کی راہ اختیار کی۔ حنفی فقہ کی رو سے خاوند، بیوی کو تنگ کرے، مار پیٹ کرے، نفقہ نہ دے، گھر سے بغیر بتائے غائب ہو جائے۔ تب بھی بیوی کو علیحدگی کا اختیار نہیں۔ عدالتیں بھی اس کو انصاف نہ دے سکیں۔ اس کے لئے صرف ایک ہی قانونی راستہ رہ گیا کہ وہ عدالت میں حاضر ہو کر اسلام ترک کرنے کا اعلان کر دیں۔ حنفی فقہ کی مستند کتاب "الھدایہ" کے مطابق ارتداد کی صورت میں نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔ اقبال نے اس کے خلاف آواز بلند کی کہ یہ کیسا قانون ہے جس میں عورت اپنے حقوق حاصل نہیں کر سکتی۔ بقول اقبال مردوں اور عورتوں کے شرعی حصص اگر غیر مساوی ہیں تو اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ قانون کی نگاہ میں مرد، عورت پر فوقیت رکھتے ہیں۔ اس قسم کا تصور قرآن کی روح کے خلاف ہے۔(۱۱)

دورِ جدید میں تہذیب کا دوسرا بڑا جزو اسی کا اصول حرکت ہے جسے اجتہاد سے تعبیر کہا جاتا ہے۔ یہ اصول اسلامی تہذیب میں ارتقاء کا ایسا تصور پیش کرتا ہے جو ہر زمانے اور ہر دور کے تقاضوں سے نبرد آزما ہونے کی قوت عطا کرتا ہے۔ یوں کم و بیش ان تمام سوالوں کا جواب مل جاتا ہے جو اسلامی تہذیب کے متعلق وقتاً فوقتاً اٹھائے جاتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے تمدنی مظاہر میں اختلاف سے باجود ان کے درمیان ایک گہرا اشتراک فکر و عمل میں ہمیشہ موجود رہا ہے۔ نیز یہ کہ مسلمان اقوام نے تاریخ کے مختلف ادوار میں جس قدر خود کو اسلامی تہذیب کے اساسی تصور سے قریب تر رکھا ہے اسی قدر اس میں دوسری مسلمان اقوام سے فکری مشابہت گہری رہی ہے اور جس تناسب سے دور رہی ہے اسی تناسب سے اس میں اجنبیت کے عناصر پیدا ہوتے گئے ہیں۔۔۔ اب سوال یہ ہے کہ اقبال کے خیال میں اسلامی تہذیب کا احیاء کس تہذیبی تصادم یا اس تہذیب کو بروئے کار نافذ کرنے کا نتیجہ ہو سکتا ہے یا یہ ایک ارتقائی عمل ہو گا؟ میرے خیال میں اسلامی تہذیب کا احیاء کسی تہذیبی تصادم کا نہیں بلکہ تہذیبی ادغام کا نتیجہ ہو گا۔ ادغام سے میری مراد یہ ہے کہ اسلامی تہذیب کے باطن ڈھانچے کو جوں کا توں قبول کر لیا جائے اور اس کی ضمنی تفصیلات وقت اور زمینی ضروریات کے تحت طے کر لی جائیں۔(۱۲) ڈاکٹر تنظیم الفردوس کے مطابق اجتہاد و تقلید کے رائج تصورات پر تنقیدی نظر ڈالتے ہوئے اقبال بڑی احتیاط سے کام لیتے ہیں۔ ابتداء شاہ ولی اللہ کی فکر اور اجتہاد سے متعلق بات کرتے ہیں پھر اقبال مستقبل میں اجتہاد کا دروازہ کھولنے کے بجائے دور غلامی و انحطاط میں تقلید کو اجتہاد پر ترجیح دینے کی بات بھی کرتے ہیں۔(۱۳) علامہ اقبال کی تحریر میں ایسے اشارے موجود ہیں کہ وہ تقلید پرستی کے قائل ہیں

جبکہ اقبال نے ھارٹن کا حوالہ دیا۔ جس نے اسلام کی مختلف صورتوں پر تبصرہ کیا۔ ھارٹن کے مطابق ۸۱۰ سے ۱۲۰۰ تک کا خیال کیجئے تو عالم اسلام میں کم از کم الہیات کے ایک سو مذاہب قائم ہوئے۔ جس سے صرف یہی ظاہر نہیں ہوتا کہ اسلامی فکر میں کس قدر لچک پائی جاتی ہے بلکہ یہ بھی کہ ہمارے ارباب فکر کس طرح شب و روز مسائل میں سر گرم اور منہمک رہتے ہیں۔ لہذا اسلامی ادب اور اسلامی فکر کے زیادہ گہرے مطالعے سے اس متشرق نے جو ابھی زندہ ہے یہ رائے قائم کی ہے کہ ''اسلام کی روح بڑی وسیع ہے۔ اتنی وسیع کلاس کی کوئی حدود نہیں۔ لادین افکار سے قطع نظر کر لیا جائے تو اس کے گرد و پیش کی اقوام کی ہر اس فکر کو جذب کر لیا جو اس قابل ہے کہ اسے جذب کر لیا جائے اور پھر اسے اپنے مخصوص انداز میں نشو نما دیا جائے۔(۱۴) ولندیزی مبصر پروفیسر ھر گرون ٹرے نے بھی لکھا ہے کہ ''جب ہم اسلامی قانون کی نشو نما کا مطالعہ بہ نگاہ تاریخ کرتے ہیں تو جہاں یہ دیکھتے ہیں کہ فقہائے اسلام ذرا سے اختلافات میں ایک دوسرے کو موردِ الزام ٹھہراتے بلکہ انہیں ملحد قرار دیتے رہے۔ وہاں یہی حضرات اپنے پیش روؤں کے اختلافات کو اس لئے سلجھانے کی کوشش کرتے کہ ان میں زیادہ سے زیادہ اتحاد اور یکجہتی پیدا کر سکے۔(۱۵) جاوید اقبال ، اقبال کے ہم نوا ہیں کہ

''اسلام مجوسیت اور یہودیت کے اثرات سے آزاد نہ ہو سکا۔۔۔ مذہب اسلام پر قرون اولیٰ ہی سے مجوسیت اور یہودیت غالب آگئی ہے یعنی اسلام کے اصل افکار کو یہودی اور مجوسی افکار نے عوام کی نگاہ سے چھپا لیا ہے۔ میری رائے ناقص میں اسلام آج تک بے نقاب نہیں ہوا''۔(۱۶)

اقبال کے نزدیک بے جا تقلید جمود کا باعث بنتی ہے چاہے وہ کسی سمت میں ہو۔ علامہ اقبال نے اسی ضمن میں ضیا گوکالب کی نظم کا ترجمہ کیا:

''وہ سرزمین جہاں ترکی میں اذان دی جاتی ہے جہاں نمازی اپنے مذہب کو جانتے اور سمجھتے ہیں جہاں قرآن پاک کی تلاوت ترکی زبان میں کی جاتی ہے:

اے فرزند ترکی وہ تیرا آبائی وطن۔۔۔

اور پھر عورت ہے میری ماں، میری بہن، میری بیٹی

یہ عورت ہی تو ہے جس کی بدولت میری زندگی کی گہرائی سے مقدس ترین آرزوئیں پیدا ہوتی ہیں۔ وہ میری محبوبہ ہے میرا آفتاب، میرا ماہتاب، میرا استارہ اس نے مجھے زندگی سے آشنا کیا۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کا

مقدس قانون اس حسین و جمیل مخلوق کو قابل نفرت ٹھہرائے علماء نے قرآن مجید کی تعبیر و تفسیر میں ٹھوکر کھائی ہے؟

جب تک عورتوں کی صحیح قدو قیمت کا احساس نہیں ہو گا حیات ملی نامکمل رہے گہ۔
اہل و عیال کی پرورش میں عدل و انصاف پر عمل کرنا چاہئے
اور اس کے لئے تین چیزیں ہیں جن میں مساوات ناگزیر ہے۔
طلاق میں، علیحدگی میں، وراثت میں''۔(۱۷)

اقبال، ضیاء گو سے متاثر ضرور ہوئے لیکن اس کے نظریات سے پوری طرح اتفاق نہیں کرتے اور وراثتی امور میں فقھید لائل دیتے ہیں۔'' ممکن ہے یہاں آپ ترکی شاعر کے اشعار کا حوالہ دیتے ہوئے سوال کریں کہ شاعر نے مذکورہ مساوات مرد وزن یعنی طلاق، خلع اور وراثت میں مساوات کا جو مطالعہ کیا ہے از روئے فقہ اسلامی پورا بھی کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ ہمیں یہ تو معلوم نہیں کہ ترکی میں عورتوں کی بیداری نے کیا فی الواقعہ ایسے حالات پیدا کر دیئے ہیں جن میں بجز اس کے چارہ کار نہیں کہ فقہ اسلامی کے بنیادی مآخذ کی از سر نو تعمیر کی جائے۔(۱۸) ڈاکٹر جاوید اقبال کے ہم خیال ڈاکٹر تحسین فراخی کے مطابق اسلام کے اس بنیادی تصور کے پیش نظر کہ وحی کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہے اب کوئی ایسی وحی نہیں کہ ہم اس کے مکلف ٹھہریں ہماری جگہ دنیا کی ان قوموں میں ہونی چاہیے جو روحانی اعتبار سے سب سے زیادہ استخلاص یا نجات حاصل کر چکی ہیں۔ شروع شروع کے مسلمان تو جنھوں نے ایشیائے قبل اسلام کی روحانی غلامی سے نجات حاصل کی اور اسلام کے اس بنیادی تصور کی ٹھیک ٹھیک حقیقت سمجھنے سے قاصر رہے لیکن ہمیں چاہئے آج اپنے اس موقف کو سمجھیں اور اپنی حیات اجتماعیہ کی از سر نو تشکیل اسلام کے بنیادی اصولوں کی رہنمائی میں کریں تاآنکہ وہ غرض غایت جو ابھی تک صرف جزواً ہمارے سامنے آگئی ہے یعنی اس روحانی جمہوریت کی نشوونما جو اس کا مقصد منتہا ہے تکمیل کو پہنچ سکے۔(۱۹)

ڈاکٹر جاوید اقبال کے نظریات کا احاطہ کرتے ہوئے کنیز فاطمہ پاکستان کے حوالے سے اقبال کے اجتہاد کے بارے میں لکھتی ہیں:

''اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ پاکستان میں جمہوریت استوار ہو جاتی ہے اور اس ملک کہ رہبر اور دانشور متحدہ طور پر پاکستان کی ترقی و تعمیر کی خاطر اجتہاد کے اصولوں پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتے ہیں تب بھی یہ مسئلہ ہو گا

کہ اجتہاد کون کرے گا؟اور کن مسائل پر غور وفکر کے بعد قانون سازی کی مدد سے معاشرے میں تعمیری عوامل پیدا ہوں۔ کیا پارلیمنٹ یہ فیصلہ کرے گی؟ کیا کوئی درسگاہ اس کا بیڑا اٹھائے گا؟ کیا کوئی ادارہ اس کی تکمیل کی راہ ہموار کرے گا؟اس ضمن میں مندرجہ ذیل مسائل پر تحقیق لازمی ہے۔اجتہاد فرد واحد کو نہیں سونپا جاسکتا۔(اس کے لئے علامہ اقبال کے نزدیک چند عوامل پیش نظر ہیں)۔

۱۔ مغرب کی تقلید اور تقابل میں تمیز کے جوہر کی تعمیر۔

۲۔ تخلیقی رجحان کی پرورش۔

۳۔ ثقافت اور اجتہاد کے رشتوں کی پہچان کی جائے۔

۴۔ انسانوں کے فطری ذہانت اور جوہر کی تعمیر،اقبال کے الفاظ میں خودی کی تعمیر جس میں یہ یقین پیدا کیا جائے کہ تمام تر ترقی کا راز انسان کی ترقی میں مضمر ہے۔

۵۔ خالصتاً مذہبی تعلیم اجتہاد کی راہ ہموار نہیں کرسکتی ایک وسیع اور جامع نظام تعلیم ہی وسعت نظر اور وسعت تعلیم پیدا کرسکتا ہے جو اجتہاد کی راہیں کھول سکے گا۔(۲۰)

جاوید اقبال نے واضح اعلان کیا کہ اقبال نے تین منفی قوتوں کے سہارے اجتماعی اور انفرادی زوال کا باعث قرار دیا ہے۔۔ ملوکیت (یا موروثیت) ملائیت اور خانقاہیت اور پھر آخر میں جاوید اقبال سوال کرتے ہیں کہ سیاسی آزادی حاصل کر لینے یا پاکستان قائم کر لینے کے بعد کیا ہم ان ''شکنجوں'' سے باہر نکل سکے ہیں؟ ظاہر ہے ان شکنجوں کی گرفت سے نکل کر ہی ہم اقبال تک پہنچ سکنے کے قابل ہو سکتے ہیں۔(۲۱) جاوید اقبال کے سوالات کی گونج آج بھی پوری شدت سے سنائی دیتی ہے مگر افسوس جواب میں شرمندگی کے علاوہ ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔

حوالہ جات:

(۱) جاوید اقبال،ڈاکٹر،اقبال: چند خصوصی مطالعات، مرتبہ شاہد اقبال کامران،ڈاکٹر(کتابچہ) اسلام آباد: شعبہ اُردو علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی،۲۰۱۴ء،ص ۱۴

(۲) القرآن الحکیم، سورۃ العنکبوت، آیت ۶۹ مع ترجمہ البیان امام اہلسنت غزالی زماں، راڑی دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمیؒ، بانی و شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم، ملتان، کاظمی پبلی کیشنز، ملتان، (س ن) ص ۶۰۶

(۳) جاوید اقبال، ڈاکٹر، خطباتِ اقبال سہیل و تفہیم، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور: اقبال اکادمی، پاکستان، ۲۰۰۸ء، ص ۱۸۰

(۴) ایضاً، ص ۱۸۰۔۱۸۱

(۵) رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر، محمد سہیل عمر، وحید عشرت ڈاکٹر (مرتبین)، اقبالیات کے سو سال (علامہ اقبال کے فکر و فن پر منتخب مقالات) (۱۹۰۱۔۲۰۰۰) لاہور: اقبال اکادمی، پاکستان اُردو بازار، طبع اوّل ۲۰۰۲ طبع سوم ۲۰۱۲ء، ص ۷۸۱

(۶) جاوید اقبال، ڈاکٹر، اقبال: چند خصوصی مطالعات، ص ۱۵

(۷) ایوب صابر، ڈاکٹر۔ محمد سہیل عمر (مرتبین)، علامہ اقبال کا تصور اجتہاد (مجموعہ مقالات)، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان حکومت پاکستان وزارت بین الاصوبائی، ایوان اقبال طبع اول ۲۰۰۸ء، طبع دوم ۲۰۱۱ء، ص ۱۷۔۱۸

(۸) ایوب صابر، ڈاکٹر۔ محمد سہیل عمر (مرتبین) علامہ اقبال کا تصور اجتہاد، ص ۲۱

(۹) ایضاً، ص ۶۳

(۱۰) ایضاً، ص ۲۶

(۱۱) ایضاً، ص ۲۷۵

(۱۲) خلیفہ عبد الحکیم، فکر اقبال، لاہور: بزم اقبال، ۲ کلب روڈ، جنوری ۲۰۱۰ء ص ۲۲۴

(۱۳) محمد اقبال علامہ (انگریزی میں) تشکیل جدید الہیات اسلامیہ، نزیر نیازی سید (مترجم) علامہ لاہور: بزم اقبال، طبع دوم، مئی ۱۹۸۳ء، ص ۲۵۳۔۲۵۴

(۱۴) ایضاً، ص ۲۶۱

(۱۵) کنیز فاطمہ یوسف، اقبال اور عصری مسائل، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۵ء، ص ۴۳۱۔۴۳۲

(۱۶) محمد اقبال، علامہ، تشکیل جدید الہیات اسلامیہ، نذیر نیازی، سید، مترجم، ص ۲۶۸

(۱۷) ایضاً، ص ۲۴۷۔۲۴۸

(۱۸) کنیز فاطمہ یوسف، اقبال اور عصری مسائل، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز ۲۰۰۵ء، ص ۴۴۴

(۱۹) ایضاً، ص ۸۱۳

(۲۰) ایضاً، ص ۴۴۴

(۲۱) جاوید اقبال، ڈاکٹر، اقبال چند خصوصی مطالعات، ص ۲۲

کتابیات:

(۱) القرآن الحکیم، مع ترجمہ، البیان، حضرت علامہ سید احمد کاظمیؒ، کاظمی پبلی کیشنز، ملتان، س ن

(۲) ایوب صابر، ڈاکٹر، محمد سہیل عمر (مرتبین)، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور: ایوانِ اقبال، طبع اوّل ۲۰۰۸ء، طبع دومؒ ۲۰۱۱ء ص ۱۷۔۱۸

(۳) جاوید اقبال ڈاکٹر، اقبال: چند خصوصی مطالعات، مرتبہ مشاہدہ اقبال کامران، ڈاکٹر، اسلام آباد: شعبہ اُردو علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، ۲۰۱۴ء

(۴) جاوید اقبال، ڈاکٹر، خطباتِ اقبال سہیل و تفہیم، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، اقبال اکادمی، پاکستان، ۲۰۰۸ء

(۵) خلیفہ عبدالحکیم، فکرِ اقبال، لاہور: بزمِ اقبال، جنوری، ۲۰۱۰ء

(۶) رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر، محمد سہیل عمر، وحید عشرت، ڈاکٹر (مرتبین) اقبالیات کے سو سال، "علامہ اقبال کے فکر و فن پر منتخب مقالات، (۱۹۰۱۔۲۰۰۰)، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، اُردو بازار، طبع اول، ۲۰۰۲ء طبع سوم ۲۰۱۲ء

(۷) کنیز فاطمہ یوسف۔ اقبال اور عصری مسائل، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۵

(۸) محمد اقبال، علامہ، تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، مترجم نذیر نیازی سید، لاہور: علامہ بزمِ اقبال، طبع دوم مئی ۱۹۸۳ء

(۹) محمد خدا بخش، پروفیسر، جنوبی ایشیاء میں مسلمانوں کی مذہبی و صوفیانہ تحریکیں، لاہور: ایور نیو پیلس، (س ن)